دعوت کے میدان میں تبلیغی جماعت کے مسائل و مشکلات کا تحقیقی جائزہ، سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

Analysis of the situations and problems of Tableghi Jamaat in the field of preaching, in the light of Seerah

فریدہ کاکڑ*

پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق کلوٹا**

ABSTRACT:

Muhammad (PBUH) was the last Prophet. Almighty Allah sent Him message to preach the people, but the Kufar made His enemies. Instead the situation of opposition and hatred from his enemies how He treated them with patience and love .And how He would be able to establish Islamic states and invites the people of other areas towards Islam. Muhammad (PBUH) was succeeded from the reformers of his ummah and among these reformers were the founder of tableghi jammat, Molana Muhammad Ilyas Kandhalwi. This research paper will compare the difficulties of Muhammad's (PBUH) Da'wah with tableghi Jammat.

Key words: Prophet, preaching, patience, problems, tableghi jammat.

حضور ﷺ کا دین اسلام ایک دعوتی دین ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب قدیم ہوں یا جدید ہوں یا تو غیر دعوتی ہیں یا پھر ان کی دعوت نسلی، لسانی یا جغرافیائی حدود میں مقید ہے۔ صرف اسلام ہے جو عالمی و دائمی پیغام کا حامل ہے۔ اسی لئے اس کے لانے والے حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ اور انہیں بعثت کے بعد جو پہلا حکم دیا گیا وہ دعوت و تبلیغ کا تھا، کہ اٹھو اور آپ کے گردو پیش خدا کے جو بندے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ان کو ڈرادو۔ انہیں خبر دار کرو کہ وہ کسی اندھیر نگری میں نہیں رہتے ہیں جس میں وہ اپنی مرضی سے جو کچھ چاہے کرتے رہیں۔ اور ان کے کسی عمل کی کوئی باز پرس نہ ہو۔ اس زمانے میں آپ ﷺ خفیہ تبلیغ کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا اس حکم کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کیا اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعلانیہ تبلیغ کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے قریش مکہ کو کوہ صفا پر بلایا۔ آپ ﷺ کو تبلیغ کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ خصوصاً مکی زندگی میں مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو بہت تنگ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اپنی پوری زندگی دعوت و تبلیغ میں صرف کر دی۔ قرآن کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق تبلیغ کرتے رہے۔ چونکہ آغاز اسلام میں تبلیغ کیلئے ماحول ناسازگار تھا، مکہ میں

*Lecturer, Department of Islamic Studies, SBK Women University, Quetta.
Email: faridakakar5@gmail.com

**Director International Seerah Study Centre, Checago, USA.

مسلمان کمزور اور افرادی قوت میں کم تھے۔ مکہ والوں نے آپ ﷺ کو اتنا تنگ کیا کہ آپ ﷺ یہاں سے مدینہ ہجرت کر گئے۔ آپ ﷺ کو مدینہ میں دعوت و تبلیغ کا اچھا موقع مل گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی طرف لوگ خود اسلام قبول کرنے آنے لگے۔ صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں میں بھیجا۔ خطوط کے ذریعے بھی آپ ﷺ نے دعوت دی۔ آپ ﷺ کے اچھے انداز تبلیغ ہی کی توسط سے اسلام پھیل گیا۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کا فریضہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی امت وسطیٰ پر ڈالا۔ چونکہ آپ ﷺ کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت ہونے والی نہیں تھی۔ اس لئے مخلوق کی رہنمائی اور اتمام حجت کی پوری ذمہ داری ہمیشہ کے کیلئے آپ ﷺ کی امت پر ڈال دی گئی ہے۔

تبلیغی جماعت کا مختصر تعارف:

مولانا محمد الیاس تبلیغی جماعت کے بانی تھے۔ وہ ایک بڑے عالم مولانا محمد اسماعیل کے بیٹے تھے۔ جن کا بچپن اپنے ننہال کاندھلہ اور اپنے والد مرحوم کے پاس نظام الدین میں گزرا۔ مولانا نے گنگوہ میں مولانا رشید احمد صاحب سے تعلیم حاصل کیا۔ اس کے بعد مظاہر العلوم میں تعلیم حاصل کیا۔ مظاہر العلوم سے آپ بستی نظام الدین گئے۔ یہاں سے مولانا نے تبلیغ کا کام شروع کیا، کیوں کہ خراب حالات کی وجہ سے میواتیوں میں ارتداد پھیل گیا۔ پہلے مکاتب قائم کئے گئے، مولانا الیاس کے خیال کے مطابق مکاتب سے اتنا کام نہیں چلتا۔ ان کے خیال کے مطابق گشت کی ابتداء ہوگئی۔ مبلغوں نے گھر گھر جانا اور ان کو کلمہ و نماز سکھانا شروع کیا۔ چنانچہ چند آدمیوں کی پہلی جماعت کاندھلہ کے سفر کیلئے تیار ہوگئی اس کے بعد رائے پور جماعت کے جانے کی تحریک کی۔ اس کے علاوہ میوات کے اندر باہر دورہ کرنے کیلئے جماعتیں بننے لگیں۔ اس کام کیلئے مناسب مقامات میں جلسے اور اجتماعات بھی کئے جاتے تھے۔ تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقہ میں دین اور دینداری کی ایسی عام اشاعت ہوئی اور اس تاریک خطے میں جو صدیوں سے تاریک چلا آرہا تھا، ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور نہیں مل سکتی۔ چنانچہ مولانا کی کوششوں سے دین پھیلانے کیلئے جماعتیں سندھ، کراچی اور پشاور وغیرہ تک گئیں۔ مولانا نے دعوت دین پھیلانے کیلئے نہ صرف جماعتیں نکالیں بلکہ آپ نے بہت سی تقاریر کیں اور مکتوبات کے ذریعے بھی دعوت و تبلیغ کیا۔ مولانا کے بعد یہ کام ان کے بیٹے مولانا یوسف کاندھلویؒ نے سنبھالا۔

مولانا یوسف کاندھلویؒ کے بعد مولانا انعام الحسنؒ تبلیغی جماعت کے تیسرے امیر قرار پائے۔ ابتدائی 18/17 سال مولانا الیاسؒ نے امارت کے فرائض انجام دیئے۔ 21 سال یہ ذمہ داری مولانا یوسفؒ کے پاس رہی اس کے بعد 1965ء تا 1995ء تیس سال کا عرصہ مولانا انعام الحسنؒ کا دور امارت تھا۔ آپ کی وفات کے بعد تبلیغی جماعت میں شورائی نظام کی ابتداء ہوئی۔ لہذا جولائی 1995ء سے اب تک شوریٰ مرکزی کام اور منصوبوں کی ذمہ دار ہے۔ تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے اراکین پاکستان کے تمام صوبوں سے لئے جاتے ہیں اور یہ شوریٰ بدلتی رہتی ہے، کبھی دو ماہ بعد کبھی چار ماہ بعد لیکن اس شوریٰ کے دو ارکین مولانا عبدالوہابؒ اور مولانا احسان صاحب مستقل ہیں۔ غیر مستقل اراکین کے بارے میں مولوی فخر الدین صاحب نے کہا کہ: "دو مستقل اراکین کے علاوہ چار غیر مستقل ہیں مولانا احمد بٹلا صاحب، مولانا عبدالرحمن صاحب، ڈاکٹر روح اللہ اور چوہدری شوکت صاحب"۔ [1]

تبلیغ کے میدان میں آنحضور ﷺ کی مشکلات کا جائزہ:

خفیہ تبلیغ:

دعوت کا آغاز مکہ سے ہوا جو کہ دین عرب کا مرکز تھا۔ یہاں کعبہ کے پاسبان بھی تھے اور ان بتوں کے نگہبان بھی جنہیں پورا عرب تقدیس کی نظر سے دیکھتا تھا اس لئے کسی دور علاقے کی نسبت مکہ میں مقصد اصلاح زیادہ دشوار تھی۔ مشرکین کا غلبہ تھا برائیاں بہت زیادہ اور عام تھیں۔اس کیفیت کے پیش نظر حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پہل دعوت و تبلیغ کا کام خفیہ اور پس پردہ انجام دیا جائے، تا کہ ابتدائی مرحلے میں ہی مشکلات درپیش نہ ہوں۔اس لئے رسول اللہ ﷺ نے تین سال تک خفیہ تبلیغ کی۔ تین سال تک آپ ﷺ جان پہچان لوگوں کو پہاڑ کی گھاٹیوں میں دعوت دیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے، جیسے حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں کی جانب نماز پڑھنے کیلئے اپنے والد، چچاؤں اور اپنی قوم سے چھپ کر نکل جاتے۔اور وہیں آپ دونوں نماز پڑھتے جب شام ہو جاتی تو دونوں واپس آجاتے۔ایک دن جب دونوں نماز پڑھ رہے تھے ابو طالب نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے میرے بھتیجے! یہ کونسا دین ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے چچا جان یہ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ یا ان الفاظ میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے اس دین کا رسول بنا کر لوگوں کی جانب بھیجا ہے۔ چچا جان جن لوگوں کی میں نے خیر خواہی کی ہے اور جن کو سیدھی راہ کی جانب دعوت دی ہے ان سب میں آپ زیادہ حقدار ہیں اور اس دعوت کو قبول کرنے اور اس پر میری مدد کرنے کے آپ زیادہ مستحق ہے''[2]۔ابو طالب نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ نہیں سکتا اور اپنی زندگی تک رسول اللہ ﷺ پر کوئی بات نہ آنے کا تذکرہ کیا۔

آنحضور ﷺ کا اعلانیہ تبلیغ اور قریش کی رکاوٹیں:

رسول اللہ ﷺ ابتداء میں پوشیدہ طریقے سے دعوت حق پیش کرتے رہے۔جب بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ان کا ایمان لانا مشہور ہو گیا، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ علی الاعلان دعوت کا فریضہ سرانجام دیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ابن ہشام فرماتے ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم پر اسلام کا اظہار کیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا اس کا اظہار مفصل اور اعلانیہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی قوم نے آپ سے نہ دوری اختیار کی نہ آپ کا رد کیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کی حالت بیان فرمائی اور ان کی برائیاں بتائیں۔جب آپ نے ایسا کیا تو انہوں نے اس معاملے کو اہمیت دی اور آپ سے اجنبیت برتنے لگے اور آپ ﷺ کی مخالفت اور دشمنی میں ایک دل ہو گئے بجز ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اسلام کے لئے محفوظ کر لیا تھا اور ایسے لوگ تھوڑے اور چھپے ہوئے تھے''۔[3]

قریش کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے۔اور مکہ کی عزت کعبہ ہی کی وجہ سے تھی۔اس وجہ سے قریش کا کاروبار زیادہ پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ متعدد محکمے اور بڑے بڑے مناصب قائم کئے گئے۔قریش اپنے آپ کو بہت بڑے سمجھتے

تھے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اور آپ ﷺ کے دشمن بن گئے۔

خاندان کی رکاوٹیں:

جب اظہار دعوت کا حکم ہوا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔

"وانذر عشیرتك الاقربین"۔[4]

ترجمہ: آپ ﷺ اپنے نزدیک ترین قرابت داروں کو (عذاب الٰہی) سے ڈرائے۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ بنی ہاشم کو جمع کیا اور ان کے ساتھ بنی عبدالمطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی۔یہ لوگ تقریباً 40-45 تھے۔اس مجلس میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابو لہب بھی شامل تھے۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کھانا تیار کرنے کا فرمایا حضرت علیؓ نے کھانا تیار کیا اور سب کو بلایا۔کھانا کم تھا آپ ﷺ نے گوشت کا ٹکڑا لے کر اپنے دندان مبارک سے چیرا اور پھر پیالے میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ ۔اسی ایک پیالہ گوشت سے سب سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا حالانکہ وہ کھانا صرف اتنا تھا کہ ایک شخص کیلئے کافی ہو سکتا تھا اور اس کے بعد دودھ کا پیالہ پلایا۔اس سے سب سیراب ہو گئے۔جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے کچھ فرمانے کا ارادہ کیا تو ابو لہب نے کہا کہ اے لوگو اٹھو محمد ﷺ نے تو آج تمہارے کھانے پر جادو کر دیا ہے ایسا جادو تو کبھی دیکھا نہیں۔یہ کہتے ہی لوگ متفرق ہو گئے اور آپ ﷺ کو کچھ فرمانے کی نوبت نہ آئی دوسرے روز آپ ﷺ نے پھر حضرت علیؓ کو اسی طرح کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔اسی طرح دوسرے روز سب جمع ہوئے جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، اچھا اور برا راستہ بتایا۔موت اور جہنم سے ڈرایا۔اسی طرح سیدھا راستہ اختیار کرنے والوں کے متعلق جنت کے آسائشات کے بارے میں بتایا۔حضور ﷺ کے اس دعوتی خطاب کے جواب میں جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کی مدد اور حفاظت کرنے کا وعدہ کیا۔[5]

جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ فاصدع بما تومر اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دوران ابو طالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یہ آواز لگائی۔(یاصباحاہ) ہائے صبح کا خطرہ۔یہ پکار سن کر قریش کے قبائل آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔اگر کوئی آدمی خود نہ جا سکا تو اپنا قاصد بھیج دیتا کہ دیکھے کہ معاملہ کیا ہے۔غرض قریش آ گئے ابو لہب بھی آ گیا۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"رَاَیتمْ اَنْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیلاً تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذا الْجَبَلِ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا مَاجَرَّبْنَا عَلَیكَ کَذِباً فَقَالَ اِنِّیْ نَذِیرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یدَیْ عَذَابٍ شَدِیدٍ۔[6]

ترجمہ: لوگو! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ دشمن کے سوار اس پہاڑ سے تمہاری طرف آ رہے ہیں تو تم یقین کرو گے؟ انہوں نے کہا (بے شک) کیوں کہ ہم نے آج تک آپ کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔آپ نے فرمایا (میری بات سنو) میں تمہیں (موت

کے بعد)آنے والے سخت عذاب سے ڈراتاہوں۔

اس اجتماع میں ابو لہب بھی جو سخت برہم ہو گئے تھے اور آپ کو برا کہا۔ تواللہ تعالیٰ نے ابو لہب کے بارے میں سورۃ لہب نازل کی جس میں ابو لہب کی مذمت کی گئی۔ فرمایا گیا"ٹوٹ گئے ابو لہب کے ہاتھ" اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بیوی ام جمیل کے بارے میں حمالۃ الحطب (لکڑیاں ڈھونے والی، یا لگائی بجھائی کرنے والی) کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت میں یہ اپنے شوہر سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جب سورۃ لہب نازل ہوئی اور ام جمیل نے اس کو سنا تو وہ بہت غصے میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔ اس کے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے۔ تاکہ ان سے آپ ﷺ کو مارے اور وہ آپ کی ہجو میں اپنے ہی کچھ اشعار پڑھتی جاتی تھی۔ حرم میں پہنچی تو وہاں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ حضور ﷺ تشریف فرماتھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، یہ آرہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر یہ کوئی بیہودگی کرے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ اور اس نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اس گھر کے خدا کی قسم انہوں نے تو تمہاری کوئی ہجو نہیں کی۔ اس پر وہ واپس چلی گئی۔

قریش کے مطالبے:

قریش نے آنحضرت ﷺ کا راستہ روکنے کیلئے مختلف کوششیں کیں اور مختلف اقدام سوچے۔ لیکن دوسری طرف وہ ایک ایسے شخص کے مخالف تھے جو صادق اور امین تھے اور ایک طویل عرصے سے انہوں نے اپنے آباؤاجداد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی اور نہ سنی۔ وہ ان کے معبودوں کی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور دوسری طرف آپ ﷺ کے چچا ابو طالب آپ پر مہربان اور آپ ﷺ کیلئے سینہ سپر تھے اور آپ ﷺ کو ان کے حوالے نہیں کرتے۔ کافی غور وخوض کے بعد ایک مطالبہ سوچ کے قریش کے بڑے بڑے سردار ابو طالب کے پاس گئے جن میں یہ لوگ بھی تھے: عتبہ اور شیبہ ربیعہ بن عبد شمس کے دونوں بیٹے، ابو سفیان بن حرب، ابوالبختری، اسود بن المطلب، ابو جہل بن ہشام، نبیہ اور منبہ، حجاج بن عامر کے دونوں بیٹے اور عاص بن وائل وغیرہ۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابو طالب سے کہا: "اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں اور ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف بتایا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا لہذا اب یا تو اس کو ہم سے روک دیجئے یا ہمارے اور اسکے درمیان دخل نہ دیجئے کیونکہ آپ بھی اسکے خلاف اسی (دین) پر ہیں جس پر ہم ہیں۔ ہم آپ کی جانب سے بھی اس کا بندوبست کرلیں گے تو ابو طالب نے ان سے نرمی سے باتیں کیں اور انہیں حسن تدبیر سے واپس کر دیا تو وہ ان کے پاس سے لوٹ گئے"۔ [7]

رسول اللہ ﷺ اپنی اسی حالت پر قائم اور اللہ کے دین کی اشاعت اور اس کی جانب دعوت دیتے رہے۔ اس کے بعد بعض معاملات کے سبب سے آپ کے اور کافروں کے درمیانی تعلقات اور زیادہ سخت ہو گئے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے الگ الگ رہنے لگے اور ایک دوسرے سے کینہ رکھنے لگے اور قریش کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے تذکرے عام طور پر رہنے لگے وہ آپ کے متعلق

ایک کو دوسرے پر ملامت کرتے اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کو ابھارتے۔اور آپ ﷺ اپنے مشن سے باز نہیں آتے تھے تو وہ سب مل کر ابو طالب کے پاس دوبارہ گئے اور ان سے کہا کہ :"اے ابو طالب ! آپ ہم میں بلحاظ عمر و نسب ور تبہ ایک خاص درجہ رکھتے ہیں اور ہم نے آپ سے استدعا کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے رکھیں لیکن آپ نے انہیں ہم سے نہیں روکا اور واللہ ہم اس حالت پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف بتایا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب نکالے جائیں یا تو ہم اسے اپنے متعلق ایسی باتیں کرنے سے روک دیں گے یا پھر اس سے مقابلے ٹھہرائیں گے اور پھر آپ اس میں دخل نہ دینا یہاں تک کہ دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک برباد ہو جائے"۔[8]

اس کے بعد وہ تو لوٹ گئے لیکن ابو طالب کو اپنی قوم سے جدائی اور ان سے دشمنی بہت مشکل تھی اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کرنے اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑنے کو بھی دل گوارا نہ تھا۔اس کے بعد ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور کہا اے میرے بھتیجے ! تمہاری قوم میرے پاس آئی تھی اور انہوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کیں اور وہ باتیں بیان کیں جو انہوں نے ان سے کہی تھیں پس مجھ پر بھی رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کرو اور مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جس کو میں برداشت نہ کر سکوں۔رسول اللہ ﷺ نے خیال فرمایا کہ آپ ﷺ کے چچا کی کچھ ایسی رائے ہو گئی ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی امداد ترک کر دیں گے اور آپ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں گے اور اب وہ آپ ﷺ کی امداد اور حمایت سے عاجز ہو چکے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یا عَمِّ!وَاللّٰہ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِی یمینی وَالْقَمَرَ فِی یسارِیْ عَلیٰ اَنْ اَتْرُکَ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یظْھِرَہُ اللّٰہُ اَوْ اَھْلِکَ فِیہِ مَا تَرَکْتُہُ۔[9]

ترجمہ: چچا جان ! واللہ اگر میری دائیں جانب سورج اور بائیں جانب چاند رکھ دیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو غلبہ دے دیں یا میں مر جاؤں تو بھی اسے نہ چھوڑوں گا۔

یہ کہنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ ﷺ آبدیدہ ہوئے پھر آپ ﷺ وہاں سے کھڑے ہو کر واپس ہو گئے تو ابو طالب نے آپ ﷺ کو پکارا اور کہا۔اے میرے بھتیجے ! ادھر آؤ جاؤ اور جو چاہو کہو۔اللہ کی قسم کسی صورت میں تمہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔جب قریش نے یہ سمجھ لیا کہ ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کی امداد نہ دینے سے بھی انکار کر دیا اور آپ کو ان کے حوالہ کرنے سے بھی اور اس معاملے میں ان سب سے الگ ہو جانے اور ان سب کی مخالفت پر ان کا عزم مصمم دیکھا تو عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو لے کر ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ابو طالب ! یہ قریش کا سب سے بانکا اور خوبصورت نوجوان ہے۔آپ اسے لے لیں،اس کی دیت اور نصرت کے آپ حق دار ہوں گے،آپ اسے اپنا لڑکا بنا لیں،یہ آپ کا ہو گا اور آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں جس نے آپ کے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے،آپ کی قوم کا شیرازہ منتشر کر رکھا ہے اور ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلایا ہے۔ہم اسے قتل کریں گے۔بس یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا حساب ہے۔ابو طالب نے کہا واللہ ! تم

کتنا برا معاملہ میرے ساتھ کر رہے ہو کیا تم مجھے اپنا لڑکا اس لئے دے رہے ہو کہ میں اسے تمہاری خاطر کھلاؤں پلاؤں اور تمہیں اپنا لڑکا دے دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ واللہ یہ تو ایسی بات ہے کہ کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔[10]

قریش کا ظلم وجور:

ابو طالب نے جب قریش کا ساتھ نہیں دیا، تو اس کے بعد معاملے نے شدت اختیار کر لی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ان افراد کے خلاف جنہوں نے آپ کے ساتھ اسلام اختیار کر لیا تھا اور قریش کے قبیلوں میں رہا کرتے تھے قریش نے ایک دوسرے کو ابھارا تو ہر ایک قبیلہ اپنے مسلمانوں پر پل پڑا اور وہ انہیں ایذائیں دینے لگے اور ان کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی تدبیریں کرنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے چچا ابو طالب کی سبب سے محفوظ رکھا۔ قریش نے جب دیکھا کہ مذکورہ کاروائیاں اسلامی دعوت کی راہ روکنے میں مؤثر ثابت نہیں ہو رہی ہیں تو ایک بار پھر جمع ہوئے۔" قریش مکہ نے، نبی ﷺ اور مسلمانوں پر جو جور و ستم کئے تھے، اسے ہنوز ناکافی سمجھا، اس لئے بجائے متفرق کوششوں کے باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا امیر مجلس ابو لہب تھا اور مکہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے "۔[11]

قریش کی اس کمیٹی نے باہمی مشورے اور غور و خوض کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف ایک فیصلہ کن قرار داد منظور کی۔ یعنی یہ طے کیا کہ اسلام کی مخالفت، پیغمبر اسلام کی ایذا رسانی اور اسلام لانے والوں کو طرح طرح کے جور و ستم اور ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ مشرکین نے یہ قرار داد طے کر کے اسے عملی جامہ پہنانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مشرکین نے ابو لہب کی سربراہی میں نبی ﷺ اور مسلمانوں پر ظلم وجور کا آغاز کر دیا۔ بعثت سے پہلے ابو لہب نے اپنے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کی شادی نبی ﷺ کی دو صاحبزادیوں رقیہؓ اور کلثومؓ سے کی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے نہایت سختی سے اور درشتی سے ان دونوں کو طلاق دلوادی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے بیٹے عبد اللہ کے انتقال پر ابو لہب بہت خوش ہو گئے۔ ابو لہب کے علاوہ حکم بن العاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی، ابن الاصداء ھذلی وغیرہ آپ ﷺ کے پڑوسی تھے اور ان میں سے حکم بن العاص کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو کوئی شخص بکری کی بچہ دانی اس طرح ٹکا کر پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپ ﷺ کے اوپر گرتی۔ چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔ آپ ﷺ اس گندگی کو لکڑی پر اٹھا کر باہر ڈالتے تھے۔ آپ ﷺ نے مجبور ہو کر ایک گھروندا بنالیا تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔ عقبہ بن ابی معیط اپنی بد بختی اور خباثت میں اور بڑھا ہوا تھا۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

"ایک مرتبہ نبی ﷺ سجدے میں تھے، دائیں بائیں قریش کے کچھ لوگ موجود تھے، اتنی دیر میں عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لے آیا اور اسے نبی ﷺ کی پشت پر ڈال دیا، جسکی وجہ سے نبی ﷺ اپنا سر نہ اٹھا سکے حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو وہ جلدی سے آئیں اور اسے نبی ﷺ کی پشت سے اتار کر دور پھینکا اور یہ گندی حرکت کرنے والے کو بددعائیں دینے لگیں، نبی ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے

بعد فرمایا اے اللہ! قریش کے ان سرداروں کی پکڑ فرما۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان سب کو دیکھا کہ یہ غزوہ بدر کے موقع پر مارے گئے اور انہیں گھسیٹ کر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا، سوائے امیہ کے جس کے اعضاء کٹ چکے تھے، اسے کنوئیں میں نہیں ڈالا گیا"۔ [12]

امیہ بن خلف کا وتیرہ تھا کہ وہ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو لعن طعن کرتا۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ۔ [13]

ترجمہ: ہر لعن طعن اور برائیاں کرنے والے کے لئے تباہی ہے۔

آپ ﷺ کو ابو طالب کی حمایت و طاقت حاصل تھی اس کے باوجود بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ کاروائیاں ہو رہی تھی۔ رہی وہ کاروائیاں جو مسلمانوں اور خصوصاً ان میں سے بھی کمزور افراد کی ایذار سانی کیلئے کی جارہی تھیں تو وہ کچھ زیادہ ہی سنگین اور تلخ تھیں۔

سفر طائف:

حضور ﷺ تبلیغ کیلئے طائف گئے لیکن وہاں آپ ﷺ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور ﷺ کے چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد قریش مکہ کو آپ ﷺ پر طرح طرح کے ظلم کرنے کا موقع ملا۔ اس لئے آپ ﷺ نے قریش کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر اخیر شوال 10 نبوی میں زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ طائف کا قصد فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں اور اسکے دین کے حامی اور مددگار بن جائیں۔ جب حضور ﷺ طائف پہنچے تو بنی ثقیف کے ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے جو ان دنوں بنی ثقیف کے سردار اور ان میں سر برآوردہ آدمی تھے اور وہ تین بھائی تھے۔ عبد یالیل بن عمرو بن عمیر، مسعود بن عمرو بن عمیر اور حبیب بن عمرو بن عمیر کے پاس تشریف لے گئے کہ ان لوگوں کا رویہ نہایت نامناسب اور معاندانہ تھا۔ ابن اسحاق محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ: "ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ کعبۃ اللہ کا غلاف ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اگر اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور دوسرے نے کہا کہ رسول بنا کر بھیجنے کیلئے اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور نہیں ملا؟ اور تیسرے نے کہا کہ واللہ! میں تجھ سے کبھی گفتگو نہیں کروں گا، اگر جیسا کہ تو کہتا ہے حقیقت میں تو اللہ کی طرف سے تو اس لحاظ سے بڑا خطرناک شخص ہے کہ تجھ سے بات کرنے اور تیرا جواب دینے میں خطرہ ہے اور اگر تو اللہ پر افترا کر رہا ہے تو بھی مجھے لازم ہے کہ تجھ سے بات نہ کروں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذْفَعَلْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ فَاكْتُمُوْا عَنِّي جبکہ تم نے (ایسا جواب ادا کیا) جو کیا (جو تمہیں زیبا نہ تھا تو خیر) مجھ سے (جو کچھ سنا ہے اس کو) راز میں رکھو" [14]

رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بنی ثقیف کی بھلائی سے مایوس ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ آپ کے متعلق آپ کی قوم کو ایسی خبریں پہنچیں کہ جن سے ان لوگوں میں نفرت و برگشتگی پیدا ہو۔ ان تینوں نے اس گفتگو کو راز میں نہیں رکھا بلکہ دس دن بعد جب آپ ﷺ نے واپسی کا قصد کیا تو انہوں نے اپنے بے وقوفوں اور غلاموں کو ابھارا۔ اوباش گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور شور مچاتے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے، اور دیکھتے دیکھتے اتنی بھیڑ جمع ہو گئی کہ آپ ﷺ راستے کے دونوں جانب لائن لگ گئی۔ گالیوں اور بدزبانیوں کے ساتھ ساتھ ظالموں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے ایڑی پر اتنے زخم

آئے کہ دونوں جوتے خون میں تربتر ہوگئے۔ جب آپ ﷺ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بدنصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے جس سے ان کے سر میں کئی جگہ چوٹ آئی۔ بدمعاشوں نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہاں پر پناہ لی تو لوگوں کی یہ بھیڑ واپس چلی گئی۔ آپ ﷺ باغ کے ایک درخت کے سائے میں دم لینے کیلئے بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگی جو دعائے مستضعفین کے نام سے مشہور ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِلَیکَ اَشکُوْ ضُعفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیلَتِیْ وَھَوَانِی عَلَی النَّاسِ یَاأرْحَمَ الرَّاحِمِینَ اَنتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنتَ رَبِّیْ اِلیٰ مَنْ تَکِلُنِی ؟ اِلیٰ بَعِیدٍ یتَجَھَّمُنِی ؟ اَمْ اِلیٰ عَدُوٍّ مَلَّکْتَہُ اَمْرِی ؟ اِنْ لَمْ یکُنْ بِکَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلاَ اُبَالِیْ وَلٰکِنَّ عَافِیتِکَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتِ وَصَلَحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِی غَضَبَکَ اَوْیحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ العُتْبیٰ حَتّٰی تَرْضیٰ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِکَ''۔[15]

ترجمہ: یااللہ! میں اپنی کمزوری، بے تدبیری اور لوگوں میں اپنی ذلت کی شکایت تجھ ہی سے کرتا ہوں۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! تو کمزوروں کو ترقی پر پہنچانے والا ہے اور تو میری بھی پرورش کرنے والا ہے تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ (کیا) ایسے دور والے کے جو میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آتا ہے؟ یا ایسے دشمن کے جس کو میرے معاملے کا مالک بنادیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غصہ نہیں ہے تو پھر میں کوئی پرواہ نہیں کرتا مگر تیرا احسان میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے دنیا و آخرت کا معاملہ درست ہوگیا، اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا مجھ پر تیری خفگی ہو (مجھے) تیری ہی رضامندی کی طلب ہے حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور تیرے سوا کسی میں نہ کوئی ضرر دور کرنے کی قوت ہے اور نہ نفع حاصل کرنے کی۔

اس دعا کے ایک ایک فقرے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ طائف میں اس بدسلوکی سے دوچار ہونے کے بعد اور کسی ایک شخص کے بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ ﷺ کس قدر دل فگار اور غمگیں تھے۔ اور آپ ﷺ کے احساسات پر حزن والم اور غم و افسوس کا کس قدر غلبہ تھا۔ اتنے ظلم کے باوجود آپ نے ان کیلئے بددعا نہیں کی۔ حالانکہ مظلوم اور مسافر کی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے لیکن آپ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ مظلوم بھی تھے، مسافر بھی تھے، غریب بھی تھے۔

موسم حج میں قریش کا آنحضور ﷺ کے لئے مشکلات پیدا کرنا:

آپ ﷺ نے موسم حج میں موقع پا کر مختلف قبائل کو دعوت اسلام دی۔ قریش کو معلوم تھا کہ اب عرب کے قبائل اور وفود کی آمد شروع ہوگی اس لئے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں کہ اہل عرب کے دلوں پر آپ

ﷺ کی دعوت کا اثر نہ ہو سکے۔ ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے چند لوگ جمع ہوئے کسی نے شاعر، کسی نے دیوانہ، کسی نے کاہن، کسی نے جنون اور کسی نے جادو گر کہا یہ ساری باتیں ولید نے منسوخ کر کے کہا: "واللہ اس کی بات میں ایک قسم کی شیرینی ہے اور اسکی جڑیں بہت شاخوں والی یا زیادہ پانی والی ہیں یا زمین سے چمٹی ہوئی مستحکم ہیں اور اسکی شاخیں پھلوں والی ہیں۔ تم ان تمام باتوں میں سے جو کہو گے اسکا جھوٹ ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ ہاں اسکے متعلق صحت سے قریب تر بات یہ ہے کہ تم اسکے متعلق کہو کہ وہ جادو گر ہے وہ اپنا ایک جادو بھرا کلام لیکر آیا ہے جسکے ذریعے باپ بیٹے بھائی بھائی میاں بیوی اور فرد خاندان اور خاندان کے درمیان جدائی ڈالتا ہے"۔[16]

اس کے بعد سب کے سب اسی بات پر متفق ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جب حج کے زمانے میں لوگ آنے لگے تو یہ لوگ ان لوگوں کے راستوں میں بیٹھ جاتے اور جو شخص ان کے پاس سے گزرتا تو وہ اس کو آپ ﷺ کے خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے متعلق تفصیلات بتانے لگے۔ قریش کی مخالفت اور کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس حج سے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو ان کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ آپ ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور یوں پورے دیار عرب میں آپ ﷺ کا چرچا پھیل گیا۔ اس طرح دعوت اسلام کی زبردست تشہیر ہو گئی۔ اتنے بڑے پیمانے پر لوگوں نے اسلام کو جان لیا، جن کو بتانا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے لئے ممکن نہ تھا۔ مکہ کے سردار اگرچہ دعوت اسلام کی مخالفت میں بولتے تھے، مگر انسان کی یہ نفسیات ہیں کہ جس چیز کی مخالفت کی جائے اس کے بارے میں تجسس پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام کو جاننے کے لئے ان کے اندر مزید اشتیاق بڑھ گیا۔

ہجرت مدینہ:

دعوت و تبلیغ کی وجہ سے قریش مکہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔ آخر وہ دار الندوہ میں اکھٹے ہوئے اور آپ ﷺ کے قتل (نعوذ باللہ) کا فیصلہ کیا۔ اسی رات آپ ﷺ کو ہجرت کا اذن ملا۔ آپ ﷺ اپنے دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر آئے اور اللہ کا حکم بتایا۔ آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مکہ سے روانہ ہو کر غار ثور گئے [17]۔ ظالموں نے یہ اعلان کیا کہ جس نے بھی آپ ﷺ کو پایا اس شخص کے لئے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

کفار نے انعام کے حصول کے لئے ہر جگہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ غار ثور کے منہ تک بھی پہنچ گئے۔ اللہ کی مدد ساتھ تھی، اللہ نے ظالموں سے دونوں کی حفاظت فرمائی۔ تین دن بعد آپ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور ان کا غلام، اور راہبر عبد اللہ بن اریقط نے مدینہ کی طرف سفر شروع کیا۔ یہ سفر ہجرت بہت مشکل تھا کیوں کہ کفار مکہ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم، جس نے انعام کی لالچ میں آپ ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ جب سراقہ نے ایک شخص سے یہ بات سنی کہ فلاں طرف صبح ایک چھوٹا قافلہ جا رہا تھا۔ تو سراقہ نے انعام کی لالچ میں ان کا پیچھا کیا۔ راستے میں سراقہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ اس نے فال دیکھی لیکن اس میں نقصان تھا۔ لیکن لالچ کی وجہ سے پھر روانہ ہو گیا۔ پھر گر گیا تین دفعہ گرا اور فال دیکھتا رہا، ہر بار فال ٹھیک نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار معافی کا خواستگار ہوا۔ آنحضور اکرم ﷺ نے اسے امان نامہ لکھ کر دے دیا۔ آنحضور ﷺ کے

حسن سلوک کی وجہ سے اس کا رجحان اسلام کی طرف ہو گیا۔اس کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت پیدا ہو گئی[18]۔حنین و طائف کے جنگوں کے موقع پر مقام جعرانہ میں سراقہ آپ ﷺ سے ملے اور اسلام قبول کیا۔

مدنی مہمات:

مدینہ میں آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا اچھا موقع مل گیا۔مدنی زندگی میں آپ ﷺ نے دعوتی مہمات بھی دوسرے علاقوں میں روانہ کیں۔آپ ﷺ نے دس برسوں میں کم و بیش اسی مہمات ترتیب دیں۔ان میں سے کچھ خالصتاً تبلیغی نوعیت کی تھیں جیسے بئر معونہ، رجیع اور یمن وغیرہ کی مہمات۔کچھ خالص دفاعی تھیں جیسے بدر، احد اور احزاب وغیرہ۔دفاعی جنگوں میں رسول اللہ ﷺ نے خود بنفس نفیس حصہ لیا تھا۔ان جنگوں میں خصوصاً جنگ احد میں رسول خدا نے بہت سی تکالیف اٹھائی۔آپ ﷺ کی انگلی اور دانت مبارک شہید ہو گئیں۔آپ ﷺ شدید زخمی ہو گئے۔

یہود اور منافقین کی رکاوٹیں:

مکہ کی بنسبت مدینہ میں آنحضور ﷺ کو دعوت و تبلیغ کرنے کا اچھا موقع ملا لیکن دشمن اسلام ہر جگہ موجود ہیں۔مدینہ میں یہود اور منافقین کی سازشیں شروع ہو گئیں تھی۔یہود آپ ﷺ کے سخت دشمن تھے باوجود یہ کہ یہود میثاق مدینہ میں شامل تھے۔لیکن اندرون خانہ وہ آنحضور ﷺ اور اسلام کے مخالف تھے۔توراۃ میں آخری نبی کی آمد کے بارے میں ذکر موجود تھا۔وہ اس وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت کرنے لگے کہ آخری نبی بنی اسرائیل میں کیوں مبعوث نہیں ہوئے؟اس لئے بہت سی جنگیں ان کے ساتھ لڑی گئی۔جیسے غزوہ بنو نضیر، غزوہ بنو قینقاع اور غزوہ بنو قریظہ۔منافقین نے بھی یہود کے ساتھ مل کے رسول اللہ ﷺ کیلئے بہت سی مشکلات پیدا کی۔جیسے مسجد ضرار مسلمانوں کی ناکامی اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بنائی گئی۔تاکہ وہ یہود کے ساتھ مل کے مسلمانوں کیلئے سازشیں بنائیں۔لیکن اللہ نے ان کو اپنے مشن میں ناکام کیا۔

تبلیغ کے میدان میں تبلیغی جماعت کی مشکلات کا جائزہ:

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔پہلی عالمی جنگ کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کا غلبہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ تحریک خلافت کے بعد مسلمان انگریزوں سے مزید مایوس ہو گئے۔ہندوؤں نے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر شدھی تحریک شروع کر دی۔اس تحریک کے اہداف میں وہ قومیں اور علاقے زیادہ اہم تھے جن کے افراد دین اور دینی تعلیم سے ناواقف تھے۔اس لئے میوات[19] اور میو قوم میں ارتداد کا خطرہ زیادہ تھا۔"1921ء کی بات ہے کہ ہندوستان میں آریوں کی کوشش سے جاہل نو مسلم دیہاتی علاقوں میں ارتداد کی آگ پھیلی، اس آگ کے بجھانے کے لئے ہر چار طرف مسلمان کھڑے ہوئے، بہت سی تبلیغی انجمنیں بنیں، ہزاروں روپے کے چندے ہوئے، مبلغین نوکر رکھے گئے، جگہ جگہ پھیلائے گئے۔"۔[20]

مولانا محمد الیاس 1344ھ یعنی 1921ء میں دوسری بار حج کے لئے گئے، جب مدینہ سے واپسی کا وقت آیا تو مولانا پر ایک

عجیب کیفیت طاری تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں دعوت واصلاح کا وہ طریقہ ڈالا جو آج تبلیغی تحریک کے نام سے معروف ہے، مولانا کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ہم تم سے کام لیں گے، تمہیں ہندوستان واپس جانا چاہیے۔ 29 ذی قعدہ 1348ھ کو جامع مسجد سہارنپور میں مولانا نے اس کام کا پہلا خطاب فرمایا، دعوت و تبلیغ کے کام کیلئے افراد کی تشکیل کی۔[21]

مولانا صاحبؒ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے فتنوں سے بچنے کی بہت کوششیں کیں۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو میواتیوں کی فکر ہوئی، کیوں کہ میواتی دینی لحاظ سے کمزور تھے۔ مولانا محمد الیاسؒ نے میواتیوں کی انفرادی اصلاح شروع کی۔ مولانا نے تبلیغ کا سلسلہ میوات سے شروع کیا۔ جمیعۃ علماء ہند نے اس فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کیلئے کئی علاقوں میں وفود روانہ کئے اور اس کو آئندہ ختم کرنے کیلئے 152 مدارس قائم کئے، تاکہ آنے والی نسلیں اس فتنے سے بچ سکیں۔ لیکن مولانا کا خیال تھا کہ وفود اور مدارس اس فتنے کے خاتمے کیلئے کافی نہیں ہے کوئی اور لائحہ عمل بھی اختیار کیا جائے۔ جب فیروز پور[22] کے کچھ لوگوں نے مولانا کو بتایا کہ وہ لوگوں کو جمع نہیں کرتے بلکہ اہل محلہ میں سے کچھ لوگ گھر گھر جا کر لوگوں سے ملتے ہیں اور انہیں نماز کیلئے لاتے ہیں یعنی گشت کرتے ہیں مولانا کو یہ طریقہ پسند آیا اور خود لوگوں کو دعوت دینے کیلئے گشت شروع کیا۔ نہ صرف میوات میں آپ نے تبلیغی کام کیا بلکہ ہندوستان کے اور علاقوں میں بھی جماعتیں بھیجیں، تاکہ گشت کریں۔ میوات کی جماعتیں یوپی کے شہروں اور قصبات میں پھرنے لگیں۔ میوات کی طرح دہلی میں بھی خالص تحریص و ترغیب کا سلسلہ شروع ہوا، محلوں میں جماعتیں بنیں، اور ہفتہ وار گشت کی ابتداء ہوئی۔ مولانا محمد الیاسؒ کی کوششوں سے تبلیغ کا سلسلہ فیروز پور نمک تک پھیلا۔ ''مولانا کی ترغیب اور اصرار پر وہ پہلی جماعت جو فیروز پور نمک سے باہر نکلی اس میں چھ افراد تھے۔ 1: حافظ محمد اسحاق بن نور بخش، 2: نمبر دار محراب خان، 3: چوہدری نماز خان اور تین بچے جن کی عمریں بارہ تیرہ سال تھیں۔ اس جماعت نے قریبی علاقوں گھاسیڑہ، سہنہ، اور تاوڑد میں گشت کیے''[23]۔ اس طرح ایک بستی کے چند افراد کے اس کام نے تنظیم اور وسعت اختیار کی۔ 1933ء کے اواخر میں آپ نے پورے میوات کے دو تفصیلی دورے کیے ان میں ہر وقت کم از کم سو افراد ساتھ ہوتے تھے۔ دونوں دورے تقریباً ایک ایک ماہ کے تھے۔ ان دوروں کے درمیان میں ہمراہیوں میں سے جماعتیں بنا بنا کر مختلف گاؤں میں انہیں گشت کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ان تفصیلی دوروں کے نتیجے میں پورے میوات میں گھر گھر اس دعوت کا پیغام دینے کے بعد مولانا الیاسؒ نے ایک پنچائیت بلائی جس میں 107 چیدہ چیدہ افراد شریک ہوئے۔ اس اجلاس کو تبلیغی جماعت کا تاسیسی اجلاس کہا جاسکتا ہے۔ تفصیلی دوروں اور پنچائیت کے بعد میوات میں تبلیغی کام کی ایک تحریک پیدا ہو گئی۔ کچھ لوگوں کا انفرادی دینی عمل علاقے کا اجتماعی کام بن گیا۔ مولانا نے اس کے بعد ان لوگوں کو کچھ وقت نکالنے اور تھوڑا سا علم دین حاصل کرنے کے درجہ سے آگے بڑھانا شروع کیا تاکہ انہیں علمی ماحول اور دینی فضاء سے روشناس کرایا جائے۔ ''تبلیغی تحریک کی ابتداء'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

''مولانا محمد الیاسؒ کی ان دینی کاوشوں نے بعض علماء کو حیران کر دیا انہوں نے تذکرے شروع کئے کہ مولانا نے یہ کیا شروع کر دیا۔ حضرت اشرف علی تھانویؒ کو جب پتہ چلا تو وہ گھبرا گئے اور فرمایا کہ لوگ تو علماء کی بات بھی قبول کرنے کو آمادہ نہیں۔ یہ میوات

کے ان پڑھ لوگ کیا تبلیغ کریں گے۔ یہ تبلیغ نہیں بلکہ دین میں ایک نیا فتنہ ہے یا امت میں ایک نیا فتنہ ہے" ۔[24]

مولانا الیاسؒ نے اپنے نزدیک اس کا فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک اہل حق اور اہل علم اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور اس کی سرپرستی نہ کریں گے اس وقت اس اجنبی دعوت اور اس نازک اور اس لطیف کام کی طرف (جس میں بڑی دقیق رعایتیں اور نزاکتیں ملحوظ ہیں) اطمینان نہیں کیا جا سکتا آپ کو اس کی بڑی آرزو تھی کہ اہل اشخاص اس کام کی طرف توجہ کریں اور اپنی قابلیتوں اور خداداد صلاحیتوں کو اس کام کے فروغ میں لگائیں جس سے اسلام کی درخت کی جڑ شاداب ہو گی، پھر اس سے اس کی تمام شاخیں اور پتیاں سرسبز ہو جائیں گی۔ اس سلسلہ میں آپ علماء سے صرف وعظ تقریر ہی کے ذریعہ اعانت نہیں چاہتے تھے، بلکہ آپ کی خواہش اور آپ کا مطالبہ علماء عصر سے سلف اول کے طرز پر اشاعت دین کے لئے علمی جدوجہد اور دربدر پھرنے کا تھا۔[25]

مولانا الیاسؒ نے علماء کی تشویش رفع کرنے کی کوششیں تو کیں لیکن ان کی تشویش کے باوجود اس کام میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ ہندوستان کے بڑے علماء میں سے ایک تھے ان کی توجہ اور حمایت حاصل کرنے کی خصوصی کوششیں کیں آپ نے میواتیوں کو دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجنا شروع کیا۔ جماعتیں تھانہ بھون کے ماحول اور آس پاس کام کرتی رہیں، اطراف واکناف سے آنے والے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سے جماعتوں کی کارگزاری، ان کے طرز واصول اور ان برکات کا ذکر کرتے جو ان کے گشت و قیام سے ان مقامات میں نظر آنے لگے تھے۔ مولانا کو پہلے بڑا شبہ اس میں تھا کہ جب ان علماء کو جنھوں نے آٹھ آٹھ دس دس برس مدرسوں میں تعلیم پائی تھی تبلیغ دین میں پوری کامیابی نہیں ہوتی بلکہ صدہا اور نئے فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں تو یہ کاہل میواتی بغیر علم و تربیت کے اتنا نازک کام کیسے کریں گے ۔ لیکن ان میواتیوں کے عملی کام اور قرب و جوار کی متواتر خبروں اور تصدیقوں سے اور پھر ان کی آمد کی برکات کو خود ملاحظہ کرنے سے آپ کو اس کا اطمینان ہوا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مولانا محمد الیاس صاحب نے اس طرز کے متعلق کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں، دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں، میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔ اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں، آپ نے تو ماشاءاللہ یاس کو آس سے بدل دیا۔[26]

دیگر علماء کو زبانی، تحریری ہر طرح سے اس کام پر آمادہ کرتے اور عملاً شرکت کے لئے ابھارتے رہے۔ آپ ہر فرد کو اس کام میں لگانے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔ جب بھی کوئی اس کام میں شامل ہوتا تو اس کی شمولیت پر خوشی کا اظہار کرتے۔ کیوں کہ آپ کا اصل مقصد یہی تھا کہ لوگ اسلام سیکھیں اور سکھائیں۔ مولانا منظور نعمانی مولانا الیاس کی زبانی لکھتے ہیں:

"ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "جمیع ما جَآءَ بِهِ النَّبِيُّ" سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے۔ اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی "الف' 'بے' تے" ہے" ۔[27]

1940ء کے شروع میں میوات کے علاقے میں کام کافی مستحکم ہو چکا تھا۔ باہر سے بھی لوگ بستی نظام الدین آکر فیض حاصل کرنے لگے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ میوات سے باہر بھی جماعتیں بھیجی جائیں لیکن اس سے پہلے ایک بڑا جلسہ عام کیا گیا۔"8،9،10ذیقعدہ1360ھ مطابق28،29،30نومبر1941ء کو نوح (ضلع گوڑگاؤں) میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، میوات کی سرزمین نے انسانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شرکاء جلسہ کی تعداد کا تحقیقی اندازہ20-25ہزار کیا جاتا تھا۔ ان شرکاء میں بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جو30،30۔۔40،40 کوس پیدل چل کر اپنا سامان کندھے پر لاد کر آئے تھے۔ مفتی کفایت اللہ نے اس جلسہ کے متعلق فرمایا: کہ میں 35 سال سے ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں، لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا"۔[28]

نوح کے مدرسہ میں تو سالانہ جلسے ہوتے رہتے تھے۔ لیکن یہ جلسہ تبلیغی جماعت کا پہلا عام جلسہ کہا جاتا ہے۔ 1943ء میں جماعتیں کراچی بھیجیں گئیں۔ اس طرح مولانا الیاسؒ کی زندگی میں میوات کے اضلاع میں کام مستحکم ہو گیا، سہارنپور، رائے پور، دہلی اور لکھنؤ کے علاوہ کراچی تک بھی جماعتیں جانا شروع ہو گئیں۔ دیار عرب میں کام کی کوششیں ہوئیں اور دعوت کا کچھ نہ کچھ تذکرہ وہاں بھی شروع ہو گیا۔ 13جولائی1944 ء کو مولانا کا انتقال ہوا اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف ان کے جانشین بنے۔ محمد شاہد عادل مولانا طارق جمیل کی زبانی مولانا الیاسؒ کی تبلیغی محنت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"مولانا الیاسؒ نے جب میواتیوں میں درس شروع کیا اور وہ مارتے تھے گالیاں دیتے تھے علماء نے کہا کہ مولوی الیاسؒ نے علم کو ذلیل کر دیا چونکہ کام وجود میں نہیں تھا کسی کو پتہ نہیں تھا علماء کہیں کہ یہ علم کی ذلت ہے مولانا الیاس نے کہا" ہائے میرے حبیب ﷺ تو ابو جہل سے مار کھاتا تھا میں مسلمان کی منت کر کے کیسے ذلیل ہو سکتا ہوں میں تو اللہ کے کلمہ کے لئے ذلیل ہو کر عزت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے کلمے کے لئے ذلت بھی عزت ہے یہ ذلیل ہونا نہیں ہے یہ عزت والا ہونا ہے"۔[29]

تبلیغ کے میدان میں مشکلات کا سامنا ضرور ہو گا۔ مولانا سعید احمد خان بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاسؒ کے بارے لکھتے ہیں کہ:"اسی طرح سے ہم نے مولانا الیاس صاحب کا زمانہ کچھ سنا، کچھ دیکھا وہ بھی کسی قدر ابتلاء وامتحانات کا معلوم ہوتا تھا۔ لوگوں ک اعام استقبال نہ تھا اور شاہد ہی تین دن کے لئے کوئی نکلتا تھا۔ تعریف کرنے والے خال خال، بدظنی کرنے والے اکثر۔ یہاں تک کہ علموء بھی مایوسی دلاتے تھے یا اس کام پر اشکالات کرتے تھے اور بہت سے اعتراضات کرتے تھے۔ جماعتوں کا نہ تو استقبال تھا نہ کھانے کی دعوت، بلکہ اپنی مسجدوں میں ان کا ٹھہرنا بھی ناگوار سمجھتے تھے"۔[30]

تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر مولانا محمد یوسفؒ منتخب کئے گئے اس وقت حالات بہت خراب تھے مگر مولانا یوسفؒ نے کام کو وسعت دینے کی منظم اور بھرپور کوششیں کیں، یہ سوچا گیا کہ دوسرے ملکوں میں داعی بن کر جانے کی صلاحیت یو۔پی کے مسلمانوں میں ہے، یو۔پی کے مسلمانوں میں کام کے فروغ کی دو صورتیں تھیں ایک یہ کہ علماء کو اس کام میں شریک کیا جائے اور دوسرے

انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو کام میں لگایا جائے۔ علماء کو شریک کرنے کیلئے مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند سے تعاون حاصل کیا جائے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ اور مولانا زکریاؒ نے سرپرستی کی توان کے شاگرد اور معتقدین اس طرف متوجہ ہوئے اور کام آگے بڑھا۔ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں نفوذ کیلئے یہ طے کیا گیا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ہدف بنا کر کام کیا جائے۔ علی گڑھ میں مولویوں کی بات کون سنے گا؟ اس پر غور اور مشورہ کے بعد طے کیا گیا کہ ضلع بلند شہر کے پٹھانوں کو اس کام میں شریک کیا جائے۔ ان لوگوں کی شرکت سے یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ اس کام میں شریک ہوگئے۔ اس طرح تبلیغی کام میں بڑی تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی۔ مولانا یوسفؒ نے سرزمین حجاز میں تبلیغ کے کام کو تیز کر دیا۔ اسی طرح لندن اور دیگر برطانوی شہروں مانچسٹر، بریڈ فورڈ، گلاسکو، برمنگھم وغیرہ میں جماعتیں نکلنی شروع ہوگئیں۔ جاپان اور امریکہ کے بہت سے مقامات پر کام باقاعدہ طور پر ہونے لگا۔

مولانا یوسفؒ کی امارت کے ابتدائی حصے میں تقسیم ہند کے فسادات کے نتیجے میں بہت سے لوگ مرتد ہونے لگے۔ آپ نے ان کو دوبارہ اسلام میں لانے کی غرض سے جماعتیں روانہ کیں۔ کام کو منظم اور وسیع کرنے کی کوششوں ہی کے سلسلے میں آپ نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ پاکستان کے تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے ارد گرد میواتیوں کو آباد کیا۔ اس وقت بھی بہت سے گاؤں میں بڑی تعداد میں میواتی موجود ہیں۔ ان تمام اقدامات سے آپ کی دور بینی اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔ ان اقدامات کی بناء پر آپ کے دور میں تبلیغی جماعت ایک منظم عالمگیر تحریک بن گئی۔

دین کا کام مشکلات کے بغیر نہیں ہوتا ہے اگر مشکلات نہیں جھیلنی ہے تو کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ جس طرح رسول خدا ﷺ نے تبلیغ کے آغاز سے لے کر اپنی وفات تک تبلیغ کے میدان میں تکالیف اور مشکلات کا سامنا کیا، اسی طرح تبلیغی جماعت کو بھی جماعت کے قیام سے اب تک مشکلات کا سامنا ہوا۔ جیسے آج کل پاکستان کے پنجاب حکومت نے صوبے بھر کے تعلیمی اداروں میں تبلیغی جماعت کے تبلیغ اور قیام پر پابندی عائد کر دی ہے۔ تفصیلات کے مطابق سانحہ باچاخان یونیورسٹی کے بعد پنجاب حکومت کی جانب سے صوبے بھر کے تعلیمی اداروں کیلئے سیکورٹی پلان تشکیل دینے کا عمل کیا۔ اس حوالے سے پنجاب حکومت نے تعلیمی اداروں کی حدود میں مساجد میں خطبات انتظامیہ کی منظوری سے دینے کی پابندی عائد کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت پر یونیورسٹیز کی حدود میں تبلیغ کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔

اس حوالے سے کالم نگار خورشید ندیم لکھتے ہیں کہ :''چوہدری شجاعت حسین تبلیغی جماعت کے دفاع میں دور کی کوڑی لائے۔ فرمایا، یہ اسلام کے خلاف بین الاقوامی سازش ہے۔ یہ غیر مسلم قوتوں کا کیا دھرا ہے۔ معلوم ہوتا ہے چوہدری صاحب دو عشروں سے داخلی سیاست میں کچھ اس طرح مصروف رہے ہیں کہ انہیں خارج کی خبر نہیں رہی۔ تبلیغی جماعت پر تو نائن الیون کے بعد بھی امریکہ میں پابندی نہیں لگی۔ امریکہ کی اکسی غیر مسم ملک میں بھی نہیں۔ یہ اعزاز صرف مسلم ممالک کو حاصل ہوا کہ انہوں نے تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کی ہے۔ 2007ء میں میرا امریکہ جانا ہوا۔ اس سفر میں، میں یوٹا ریاست کے شہر سالٹ لیک سٹی میں بھی گیا

۔جمعہ کا دن آیا تو مجھے مسجد کی تلاش ہوئی۔ معلوم ہوا یہاں ایک ''مسجد خدیجہ'' ہے۔ میں نماز کے وقت سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ مسجد میں ادھر ادھر گھومتے پھرتے ایک الماری دیکھی جس میں قرآن مجید کے ساتھ تبلیغی نصاب بھی موجود تھا، ایک رجسٹر بھی رکھا تھا۔ کھول کے دیکھا تو اس میں اردو انگریزی میں ان لوگوں کے نام لکھے تھے جنہوں نے گشت پر نکلنے کا ارادہ کیا تھا۔اس مسجد میں دنیا کے ہر خطے کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں جو اس شہر یا قرب وجوار میں آباد ہیں'' ۔[31]

نتائج:

اللہ کے کاموں اور رضامندی کیلئے جتنی مشکلات کا سامنا ہو، ان پر صبر کیا جائے، یہاں تک کہ کسی سے اس کا شکوہ بھی نہیں کرنا چاہیے، جیسے سرور کونین ﷺ نے کفار مکہ کی زیادتیوں اور تعذیب کو صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ اللہ نے اُن کی مدد کی اور وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مبلغ کو چاہیے کہ دعوت کے کام میں کتنی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے اسے اپنا مقصد نہیں چھوڑنا چاہیے ۔کفار مکہ نے حضور ﷺ کو طرح طرح ستایا اور تکالیف پہنچائیں تاکہ وہ اپنے مشن سے باز آجائیں، لیکن رسول خدا ﷺ نے اپنا مشن نہیں چھوڑا۔ یہ بات سامنے آئی کہ تبلیغی جماعت والوں پر آپ ﷺ کی طرح مشکلات تو نہیں آئیں لیکن تبلیغ اسلام کے معاملے میں مشکلات کا سامنا ضرور ہوا۔ تبلیغی جماعت والوں کو بھی جو مشکلات در پیش آتی ہیں، انہیں صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ مخالفین کی طرف سے دی گئی تکالیف کو بھی صبر سے برداشت کرتے ہیں، سفر اور مالی مشکلات بھی برداشت کرتے ہیں۔ بعض مبلغین ایسے ہیں جن کے پاس پیسے نہیں ہوتے ہیں یا ہوتے ہیں مگر کم ہوتے ہیں۔ تو وہ انہی پیسوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں۔ سفر کی مشکلات برداشت کرتے ہیں کبھی پیدل بھی چلتے ہیں۔اسی طرح مخالفین کے اعتراضات کو نہ صرف برداشت کرتے ہیں، بلکہ صبر و تحمل کے ساتھ ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] انٹریو، فخر الدین، مولانا، ٹیلیفونک، کوئٹہ، صبح ۱۱بجے، 12اکتوبر 2015ء

[2] محمد بن اسحاق بن یسار، عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی ابن ہشام، المیزان، لاہور،، 2010ء، ج1، ص223

[3] ایضاً، ص229

[4] الشعراء214:26

[5] محمد بن سعد، علامہ، طبقات ابن سعد، نفیس اکیڈمی، کراچی، سن ندارد، ج1، ص402

[6] بخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر تبت یدا ابی لہب، ج4، ح4619

[7] محمد بن اسحاق بن یسار، عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی ابن ہشام، المیزان، لاہور، 2010ء، ج1، 230

[8] ایضاً، ج1، ص231

[9]ایضاً

[10]مبارکپوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، لاہور، 1995ء، ص140

[11]منصورپوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃللعالمین، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ج1، ص43

[12]احمد بن حنبل، امام، مسند امام احمد بن حنبل، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ج2، ح3722

[13]الھُمَزۃ1:104

[14]محمد بن اسحاق بن یسار، عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی ابن ہشام، المیزان، لاہور، 2010ء، ج1، ص374

[15]ایضاً، ص375

[16]ایضاً، ص235

[17]یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ مولانا عبدالقیوم، گلدستہ تفاسیر، ج3، ص143

[18]نبی کریمؐ کا یہ معجزہ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کے مشابہ ہے۔ جس طرح قارون موسیٰؑ کی دعا سے زمین میں دھنسا اسی طرح آنحضرتﷺ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنسا۔ راستے میں ڈھونڈنے والوں کو دیکھتا تو کہتا کہ اس جانب کچھ بھی نہیں ہے میں دیکھ آیا۔

[19]دہلی کے جنوب کا وہ علاقہ جس میں میو قوم آباد ہے، میوات کہلاتا ہے۔ ایضاً، ص59

[20]ندوی، سلیمان، سید، انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت و منہج دعوت اور مزاج نبوت صلی علیہ وسلم، مکتبہ محمودیہ، لاہور، سن ندارد، ص12

[21]رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، راہ عمل، زمزم پبلشرز، کراچی، 2009ء، ج1، ص340

[22]فیروزپور بھارت کی ریاست پنجاب میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروزپور میں ایک شہر ہے۔

[23]میانجی، محمد عیسیٰ، تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول، عمران اکیڈمی، لاہور، سن ندارد، ص28-30

[24]ایضاً، ص39

[25]ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ، ادارہ اشاعت دینیات، نیو دہلی، 2002ء، ص91

[26]ایضاً، ص93

[27]نعمانی، محمد منظور، مولانا: ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس، مدنی کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ص31

[28]ندوی، ابوالحسن علی، مولانا: مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ادارہ اشاعت دینیات، نیو دہلی، 2002ء، ص104-105

[29]محمد شاہد عادل، اکابرین دعوت و تبلیغ کے ملفوظات، المیزان، لاہور، 2013ء، ص20

[30]سعید احمد خان، مولانا، تبلیغی کام کے اہم اصول، ص30

[31]خورشید ندیم، تبلیغی جماعت پر پابندی، مشمولہ، دنیا، روزنامہ، 3فروری2016ء